ترجمہ و تلخیص

ڈاکٹر کبیر احمد جائسی

روس میں اسلامی علوم کا مطالعہ

انقلاب کے بعد

مشہور روسی مصنّف سمرنوف نے اپنی کتاب "روس میں مطالعات علوم اسلامیہ کی تاریخ کا مجمل خاکہ" کے چوتھے باب میں ۱۹۱۸ سے ۱۹۳۴ء تک کی ان کتابوں اور مقالوں کا تعارف کرایا ہے جن کا موضوع اسلامیات ہے۔ اس ضمن میں انہوں نے وی۔ وی بارتھولڈ اور آئی۔ یو۔ کراچکوسکی کے کاموں کے بارے میں کسی قدر تفصیل سے بحث کی ہے اور لکھا ہے کہ بارتھولڈ (۱۸۹۶ – ۱۹۳۰ء) کی تصانیف اور مقالے روس میں اسلام شناسی کے عمل میں سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ وہ روس کے انقلاب کے بعد بارہ برسوں تک زندہ رہے۔ اس مدت میں بھی انہوں نے اسلام شناسی کے موضوعات پر متعدد مقالے تحریر کئے جن میں سے چند اہم مقالات کا اختصار کے ساتھ درج ذیل سطور میں تعارف کرایا جا رہا ہے قبل اس کے کہ بارتھولڈ کے مذکورہ بالا مقالوں کے سلسلے میں کچھ عرض کیا جائے۔ اس حقیقت کی نشاندہی ضروری معلوم ہوتی ہے کہ ان کو ان کی زندگی میں بھی "پرولتاری عالموں" نے "بورژوا" نقطۂ نظر کا ترجمان سمجھا اور اب بھی وہ اسی نقطۂ نظر کے ترجمان سمجھے جاتے ہیں، اس کے باوجود یہ ایک دلچسپ بات ہے کہ روسی مصنّفین ہوں یا یورپی مصنّفین جب اُن موضوعات پر قلم اٹھاتے ہیں جن پر بارتھولڈ کچھ نہ کچھ کام کر چکے ہیں تو ان کی کتابوں یا مقالوں سے صرف نظر نہیں کر پاتے۔ خواہ وہ ان کے اخذ کردہ نتائج سے اتفاق کریں یا اختلاف لیکن جب تک وہ بارتھولڈ کا حوالہ نہیں دیتے اُن کا کوئی علمی کام پایۂ اعتبار کو نہیں پہنچتا۔

ہمیں یہ تو نہ معلوم ہو سکا کہ سمرنوف نے زیرِ بحث کتاب میں بارتھولڈ کے کتنے ایسے مقالات کا ذکر کیا ہے جو انہوں نے انقلاب روس کے بعد اسلامی موضوعات پر لکھے ہیں۔ سنٹرل ایشین ریویو کے تبصرہ نگار نے ان کے صرف دو مقالات کا ذکر کیا ہے جس سے اتنا معلوم ہو جاتا ہے کہ ۱۹۲۴ء میں انہوں نے مسیلمہ پر ایک مقالہ شائع کروایا تھا جس میں اشاعت اسلام کے موضوع پر بہت سا مواد جمع کر دیا گیا ہے۔ اس مقالہ میں بارتھولڈ نے اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ یمنی مدعی نبوت اسود ہی کی طرح مسیلمہ بھی اس بات کا قائل تھا کہ خدا نے اس کا جسم اختیار کر لیا ہے (اس طرح وہ الوہی صفات کا حامل ہو گیا ہے۔) ۶۲۸ء میں خسرو دوئم کے قتل کے بعد تاریک خیال، غیر اہل کتاب افراد کے پشت ہا پشت سے چلے آنے والے عقاید تتر بتر ہونے لگے، اور جو لوگ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے

مدِ مقابل بن کر نبوت کا دعویٰ کر بیٹھے تھے یا تو انہوں نے آپ سے صلح کر لی یا آخر الامر آپ نے ان کو نیست و نابود کر دیا۔

"قرآن اور سمندر" کے عنوان سے بارتھولڈ کا ایک اور مقالہ ۱۹۲۵ء میں شائع ہوا تھا۔ اس مقالہ میں بارتھولڈ کا مرکزی خیال یہ ہے کہ قرآن میں سمندری سفروں کا جو تذکرہ ملتا ہے وہ یہودی روایات سے ماخوذ نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اس کا تعلق شط العرب (EUPHRATES) سے ہونا چاہئے کیونکہ عرب کے یہودی سمندر کے کنارے آباد نہیں تھے۔ اس مقالے میں بارتھولڈ نے یہ نکتہ بھی اختراع کیا ہے کہ قرآن میں سمندری سفر کرتے وقت اللہ کے یاد کرنے کو جو لازمی قرار دیا گیا ہے وہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ سمندری سفر کا سارا کاروبار حبشہ کے موحدین کے ہاتھوں میں تھا۔ اسی کے ساتھ ساتھ انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اللہ کا جو تصوّر پیش کیا ہے وہ یہودیوں کے نہیں بلکہ عیسائیوں کے تصوّرِ الٰہ کا منت پذیر ہے۔

مذکورہ بالا دونوں مقالوں کے بارے میں بس اتنی ہی معلومات ہم کو دستیاب ہو سکی ہیں۔ اس لئے ہم ان کے مندرجات پر کوئی خاص تنقیدی نظر نہیں ڈال سکتے اور نہ اس راز ہی کو سمجھ سکتے ہیں کہ "قرآن اور سمندر" کے موضوع سے بحث کرتے ہوئے بارتھولڈ اسلام کے تصورِ الٰہ تک کس طرح پہنچے اور کن اسباب کی بنا پر انہوں نے یہ نتیجہ نکالا کہ اسلام کا تصورِ الٰہ عیسائیوں کے تصورِ الٰہ کا منت پذیر ہے۔ ان مقالوں کے عنوانات سے یہ بات ضرور سامنے آتی ہے۔ کہ روسی مستشرقین قرآنی مباحث اور موضوعات کا کس کس زاویۂ نظر سے مطالعہ کرنے میں مصروف تھے اور بعض اوقات ایسے ایسے عنوانات سے مقالے لکھتے تھے جن کے بارے میں ایک عام مسلمان کے حاشیۂ تصوّر میں بھی یہ بات نہیں آ سکتی کہ اس موضوع پر بھی کوئی ایسا مقالہ لکھا جا سکتا ہے جس کا تعلق قرآن پاک سے قائم کر دیا جائے۔

کراچکوسکی کے نزدیک علومِ اسلامی کے مطالعہ میں بارتھولڈ کا سب سے اہم کارنامہ ان کا یہ اعتراف ہے کہ مذہب ان تمدنی، سیاسی اور معاشی حالات سے پیدا ہوتا ہے جو کسی مخصوص سماج کی زندگی کا تعین کرتے ہیں۔ بارتھولڈ کی یہ رائے یورپی اور امصنفین کے اس مفروضہ کے برعکس ہے کہ مذہب "عدم زا" (EX NIHILO) ہوتا ہے جس کو پھر حقیقی زندگی کے حالات کے سانچے میں ڈھال لیا جاتا ہے۔ یہ بات کراچکوسکی نے اپنے مقالے "بارتھولڈ اور مطالعات علومِ اسلامیہ کی تاریخ" میں لکھی ہے جس کو ۱۹۳۴ء میں سائنسوں کی اکیڈمی نے شائع کیا تھا۔ سمرنوف کے خیال میں کراچکوسکی کا یہ مقالہ مارکسی نقطۂ نظر سے نہیں لکھا گیا ہے مگر پھر بھی وہ اہمیّت کا حامل ضرور ہے۔ اسی لئے اس کو روسی انسائیکلوپیڈیا کی دوسری اشاعت میں بارتھولڈ کے حالات کے ضمن میں ایک مفید ضمیمے کے طور پر شامل کر لیا گیا ہے۔

سائنسوں کی اکیڈمی نے کراچکوسکی کا وہ مقالہ بھی شائع کیا ہے جو انہوں نے "ظہورِ اسلام سے قبل کی

ب شاعری کے بارے میں طٰہٰ حسین کا نظریہ اور اسکی تنقید" کے عنوان سے لکھا ہے۔ اس مقالے میں کراچکوسکی نے اس
ال کا اظہار کیا ہے کہ طٰہٰ حسین کا ظہور اسلام سے قبل کی عربی شاعری کے مستند ہونے سے انکار اور قرآن کے
سلے میں "بنیاد پرستی" کی مخالفت، "ناپائدار بورژوا علمیت" کے اثر کا نتیجہ ہے۔ انہوں نے اس بات کی طرف
ی خاص طور سے توجہ کی ہے کہ طٰہٰ حسین کے متبعین بالخصوص فجر الاسلام کے مصنف احمد امین اپنے نظریات کے
ہار میں طٰہٰ حسین کے مقابلے میں کم کٹر ہیں گو کہ ان لوگوں کا نظریہ بھی بلاکم وکاست وہی ہے جو طٰہٰ حسین کا ہے اور علمیت
ے قطع نظر دیگر میدانوں میں وہ لوگ ایک اہم حیثیت رکھتے ہیں۔ ۱۹۳۴ء میں کراچکوسکی نے ایک اور مقالہ "اٹھارویں
اہی کے مخطوطات میں قرآن کا روسی ترجمہ" کے عنوان سے لکھا جس کے مندرجات پر تبصرہ نگار نے کوئی روشنی نہیں
الی ہے۔

عہد زیر بحث میں روسی مصنفین نے اسلامی فرقوں کو بھی اپنے مخصوص مطالعے کا موضوع بنایا۔ جن لوگوں نے
موضوع پر کام کیا ان میں ایک معتبر اور اہم نام کثیر التصانیف وی۔ اے گولڈلی وسکی (GOLDLEVSKII) کا ہے
انہوں نے خواجہ بہاؤالدین نقشبندی بخاری کو اپنے مخصوص مطالعے کا موضوع بنایا اور اس سلسلے میں ۱۹۲۹ء میں
رے ایک سال تک بخارا میں رہ کر انہوں نے اپنے مقالے کا مواد جمع کیا اور بچشم خود اس بات کا مشاہدہ کیا کہ بخارا
ں خواجہ بہاؤالدین کو الٰہی صفات کا حامل سمجھ کر ان کے نام کی دہائی دی جاتی ہے۔ اسی سلسلے میں ان کو اس ذکر خانہ میں ایک
قہ ذکر کے بھی مشاہدے کا موقع ملا جہاں خواجہ بہاؤالدین نقش بندی مدفون ہیں۔ وہاں پر نقشبندی سلسلہ کے لوگوں
نے جو "سنگ مراد" لگا رکھا ہے اسکو دیکھ کر گورڈلی وسکی نے یہ قیاس کیا ہے کہ غالباً نقشبندی سلسلہ کے لوگوں کی
اہش یہ تھی کہ اس پتھر کے توسط سے وہ ایک "وسط ایشیائی کعبہ" بنائیں۔ انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ بخارا کے امیروں
احترام اس لئے کیا جاتا کہ وہ لوگ اس مسلک کے حامی ومحافظ سمجھے جاتے اور بخارا کے یہ امرا بھی خواجہ نقشبندی کے
ار کی زیارت کو اپنے لئے باعث سعادت سمجھتے۔ اس سلسلے میں گورڈلی وسکی نے تیمور لنگ کا نام خاص طور سے
ہے۔ اور لکھا ہے کہ تیمور ان کی بے انتہا تعظیم وتکریم کرتا۔ گورڈلی وسکی کے اس مطالعہ کا ایک دلچسپ پہلو یہ ہے
ایک طرف تو وہ نقشبندیہ سلسلہ پر الزام لگاتے ہیں کہ وہ "وسط ایشیائی کعبہ" بنانا چاہتے تھے دوسری طرف وہ
ں بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ اس سلسلہ سے منسلک افراد سنت کے بڑے سرگرم اور پرجوش مبلغ ومناد تھے۔
غربی سائبیریا اور وولگا کے علاقوں میں اسلام انہی کی کوششوں کے نتیجے میں پھیلا۔ سائبیریا اور وولگا کے مقابلے میں
قاز میں ان کی ایک کثیر تعداد آباد تھی جہاں یہ "مرید" کے نام سے موسوم تھے۔ گورڈلی وسکی نے اس خیال کا بھی اظہار
ا ہے کہ "مریدیت" کا اصل منبع بخارا تھا اور مشہور "مرید رہنما" شامل کا اس مسلک کے لوگوں سے "خاص محمد"
کے توسط سے بڑا گہرا ربط تھا[1]۔

---

[1] مریدیت، شامل اور خاص محمد کے بارے میں راقم مواد جمع کر رہا ہے اگر اس سلسلہ میں معتد بہ مواد مل گیا تو وہ بھی ہدیۂ ناظرین ہوگا۔
ک ۔ ا ۔ ج

گورڈلی وسکی کے اس مطالعہ سے اختلاف کرتے ہوئے سمرنوف نے یہ لکھا ہے کہ یہ بات ثابت شدہ ہے کہ "مریدیت" کی تحریک اپنے سیاسی رجحانات ترکی اور ترکی کے ایجنٹوں سے حاصل کرتی تھی نقشبندیت تو اس کے لئے صرف ایک پناہ گاہ کی حیثیت رکھتی تھی۔ سمرنوف نے اس بات کی بھی نشاندہی کی ہے کہ خود گورڈلی وسکی نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ ترکی میں (سلطان) محمد دوئم کے زمانے سے لیکر انیسویں صدی تک نقشبندی مسلک کے افراد طاقت اور بڑی اہمیت کے حامل رہے ہیں حتیٰ کہ ۱۹۲۵ء اور ۱۹۳۰ء کی بغاوتوں میں بھی ان کا ہاتھ رہا ہے۔ گورڈلی وسکی نے اپنے مقالے کے آخر میں یہ نتیجہ نکالا ہے کہ مسلمانوں میں جب کسی "آزاد خیالی" اور "بے تعصب" تحریک نے سر ابھا کی کوشش کی تو نقشبندیت جیسی متصوفانہ تحریکیں ہمیشہ اس کی سدّ راہ بن کر کھڑی ہوگئیں، سمرنوف کے نزدیک نقشبندیت کے لئے صرف اتنا کہنا ناکافی ہے کیونکہ ان کے نزدیک نقشبندی مسلک کے افراد ہمیشہ حکمران طبقہ کے زیر اثر قابل نفرت رجعت پسندی کا آلہ رہے ہیں۔

سمرنوف نے ایک دوسرے کثیر التصنیف مصنف ای۔ برٹلس (E. BERTELS) کا تعارف ایک ایسے مصنف کی حیثیت سے کرایا ہے جنہوں نے صوفی بزرگوں اور شاعروں پر عالمانہ انداز سے متعدد کتابیں لکھی ہیں۔ ای زیر بحث کتاب میں سمرنوف نے برٹلس کی مرتب کردہ کتاب "نور العلوم" کا خاص طور سے ذکر کیا ہے۔ جو شیخ ابوالحس خرقانی کے اشعار کا مجموعہ ہے جس کو برٹلس نے متعدد نسخوں کی مدد سے صرف مرتب ہی نہیں کیا ہے بلکہ اس پر ایک بسیط مقدمہ لکھ کر شیخ کے سوانح کے مختلف گوشوں کو اجاگر کیا ہے۔ علاوہ برایں انہوں نے شیخ کے اشعار کا روسی زبان ترجمہ کر دیا ہے۔ تاکہ فارسی سے ناواقف روسی حضرات شیخ کے افکار، خیالات اور نظریات سے واقف ہوسکیں برٹلس نے اپنی تحقیق کا ماحصل یہ پیش کیا ہے کہ "نور العلوم" کا وہ نسخہ جو ۱۲۹۹ کا مکتوبہ ہے شیخ کی اصل کتاب نہیں بلکہ اس کا اختصار ہے۔ اس کے علاوہ نکلسن اور براؤن نے تصوف کو جن دو ادوار میں تقسیم کیا ہے برٹلس نے اس سے اختلاف کرتے ہوئے اس کو ناقابل اعتنا قرار دیا ہے۔

عہد زیر بحث کے مصنفین نے اسماعیلیت پر بھی خاصا کام کیا جن میں سب سے اہم کام تاجیکی سائنسوں کی اکیڈ کے ایک ممبر اے۔ اے۔ سیمینوف (A.A. SEMENOV) کا ہے۔ اسماعیلی افکار و خیالات کے حامل افراد وسط ایشیا سنکیانگ، ہندوستان اور افغانستان میں بکھرے ہوئے ہیں ان کی کتابیں بھی موجود ہیں اور ان پر کتابیں لکھی بھی گئی ہیں تاہم سمرنوف کے نزدیک یہ ایک انتہائی پیچیدہ موضوع ہے جس سے سیمینوف بڑی بالغ نظری سے عہدہ برآ ہوئے ہیں، سمرنوف نے سیمینوف کی کتاب کو "روسی علمیت" کا ایک اعلیٰ نمونہ قرار دیا ہے اور اس بات کا خاص طور سے ذکر ہے کہ سیمینوف کے نزدیک اس فرقے کے سربراہ اعلیٰ، آغا خان برطانوی استعمار کے ایجنٹ ہیں۔

ایک مصنفہ کے۔ ایس۔ کشتالیوا (K. S. KASHTALEVA) (م ۱۹۳۹) کا شمار دبستان کراچکوسکی کے

ذہن میں ہوتا ہے۔ سمرنوف نے ان کے اندازِ تحریر کو ایک مصطلحاتی (TERMINOLOGICAL) اندازِ تحریر قرار دیا اور ان کے چار مقالات کا خاص طور سے ذکر کیا ہے۔ کشتالیوا نے ۱۹۲۷ء میں ایک مقالہ "قرآن کی پہلی، چوبیسویں اور ...بیسویں سورتوں کی توقیت کا مسئلہ" کے عنوان سے دوسرا ۱۹۲۸ء میں "قرآنی مصطلحات ایک نئی روشنی میں" اور تیسرا ...ال "قرآن میں حنیف کی اصطلاح" کے عنوانات سے سپردِ قلم کیا۔ علاوہ بریں اس مصنفہ کے ایک اور مقالہ کا ذکر کیا گیا مگر اس کا سنِ اشاعت درج نہیں ہے۔ جس کا عنوان "پشکن کا نقلِ قرآن" ہے۔

سمرنوف نے کشتالیوا کے موخر الذکر مقالہ کا تجزیہ کرتے ہوئے اس کے بعض مندرجات سے اختلاف کیا ہے۔ ...الیوا نے اپنے مقالہ میں یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ پشکن (نعوذ باللہ) قرآن کے مصنف محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شخصیت سے بہت متاثر تھا اسی لئے وہ قرآن کیطرف راغب ہوا اور اس نے "قرآن کی نقل" نامی کتاب لکھی۔ سمرنوف نے مصنفہ اس خیال سے اختلاف کیا ہے۔ کہ قرآن محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تصنیف ہے، سمرنوف کے نزدیک یہ صرف مسلمانوں ...روایت ہے[1]۔ اور یہ روایت ان معلومات سے میل نہیں کھاتیں جو اسلام کی ابتدا کے بارے میں روسی عالموں کی دسترس ...ہے۔ سمرنوف کے نزدیک قرآن "اجتماعی تخلیقی سرگرمیوں" (COLLECTIVE CREATIVE ACTIVITY) کا نتیجہ ہے ...محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تصنیف۔

۱۹۲۵ء سے ۱۹۳۴ء تک کے عرصے میں عصرِ حاضر کے اسلام کے جو بھی مطالعے ہوئے ان کا مقصد صرف ...نا تھا کہ اس معاشرہ میں جس میں اکتوبر کے انقلاب نے آزادی اور قومیت کی ایک کائناتی تحریک کے لئے جذبات ابھارے ...، اسلام کسطرح حکمراں طبقات اور نوآبادیاتی شہنشاہیت کا آلۂ کار بنا رہا۔ اس سلسلے میں ایم۔ زدالیوا (M. ZOEYEVA) ...نوآبادیات میں مذہب اور شہنشاہیت کے درمیان سانٹھ گانٹھ ڈھونڈ ڈھونڈ کر نمایاں کرنے کی کوشش کی اور ...نی صیہونی پالیسی کی وجہ سے عرب ممالک میں چلنے والی "قومی آزادی کی تحریکوں" کی جو مخالفت کر رہا تھا اسکو بھی ...ں نے اجاگر کیا۔ ۱۹۳۱ء میں اے۔ کاموف (A. KAMOV) نے اپنا ایک مقالہ "ہندوستان میں مسلمان" کے عنوان ...شائع کروایا جس میں انہوں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ ہندوستان میں قومی آزادی کی جو تحریک چل رہی ہے اس ...اسلام ایک حریف کا کردار ادا کر رہا ہے۔ سمرنوف نے اس مقالے پر یہ اعتراض کیا ہے کہ خلافت ترکی کے مسئلہ پر ...دستان میں جو لوگ برطانوی پالیسی کی مخالفت کر رہے تھے، کاموف نے ان کی نشاندہی تو کر دی ہے مگر وہ یہ بتانے

---

[1] سنٹرل ایشین ریویو کے تبصرہ نگار نے سمرنوف کے ماخذ پر کوئی روشنی نہیں ڈالی ہے جس سے اندازہ ہوتا کہ کن کن مسلم روایتوں میں ...ن کو آنحضرت صلعم کی تصنیف کہا گیا ہے۔ سمرنوف کا یہ جملہ ہمارے نزدیک مسلمانوں پر بہتانِ عظیم ہے اور روئے زمین کا کوئی بھی مسلمان اس ...یدہ کا حامل نہیں ہے کہ قرآن کسی انسان، خواہ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کیوں نہ ہوں، کی تصنیف ہے۔ اسے وہ از اول تا آخر ...جانب اللہ سمجھتا ہے۔ ک۔ ا۔ ج

میں ناکام رہے ہیں۔ کہ ایسے مسلمانوں کے سلسلے میں برطانوی پالیسی کیا تھی؟ اسی سلسلے کا ایک اور مقالہ ۱۹۳۱ء میں ایل کلیمووچ (L. KILIMOVICH) نے "مسلمانوں کو ایک خلیفہ مل گیا" کے عنوان سے لکھ کر شائع کروایا۔ اس مقالہ کو تحریر کرنے کا محرک "پان سلم کانگریس" کا وہ اجلاس تھا جو دسمبر ۱۹۳۱ء میں یروشلم میں منعقد ہوا تھا۔ کلیمووچ کا یہ مقالہ ان شہنشاہی اثر پر ایک تبصرہ ہے جو ان کے نزدیک اس اجلاس کی ساری کارروائی پر غالب رہے۔ اور اسی کے نتیجے میں مسلمانوں نے "خلیفہ" منتخب کرنے کی بھی کوشش کی۔ انہوں نے اس مقالے میں خاص طور سے اس بات پر زور دیا ہے کہ ہر وہ جس کا اسلام سے تعلق تھا خواہ وہ منگولوں کی خان شاہیاں ہوں یا عثمانیوں کی بادشاہتیں، سب نے "خلافت" پر قبضہ جمانے کی کوششیں کیں۔ ان کے نزدیک ترکی کی خلافت کا خاتمہ تاریخی طور پر ناگزیر تھا۔ لیکن خلافت کے خاتمے کے باوجود وہ ترکی کے طرز حکومت سے خوش نہ تھے۔ ان کا خیال تھا کہ ترکی کی جدید حکومت نے مذہبی تنظیموں کو جسطرح باقی رکھا ہے اسکی وجہ سے اس جدید حکومت کا ڈھانچہ بھی بورژوائی ہو گیا ہے۔

۱۹۳۱ء ہی میں ایس۔ ترخانوف (S. TURKHANOV) کا مقالہ "عصر حاضر کے ترکی کی کلیسائی پالیسی" کے نام سے منظر عام پر آیا اس مقالہ کو تحریر کرنے کا اصل مقصد یہ دکھانا تھا کہ اس زمانے کے ترکی کے بورژوا طبقے کو ایک اور منزہ مذہب کی صرف اس لئے ضرورت ہے تاکہ اس کے ذریعہ پرولتاری طبقے کو دبا کر رکھا جا سکے۔

ترخانوف کے اس مقالے پر حاشیہ چڑھاتے ہوئے سمرنوف نے اپنے قارئین کی توجہ اس بات کی طرف خاص طور سے مبذول کرائی ہے کہ (سقوط خلافت کے بعد) اسلام نے ترکی میں خاصا عمل دخل حاصل کر لیا ہے۔ "پان اسلامیت" اور "پان ترکیت" کا تصور ترکی اور اس کے "آقائے نامدار" امریکہ کی خارجہ پالیسی کا ایک حصہ ہے۔

سمرنوف کی کتاب کا پانچواں باب ۱۹۳۵ء سے ۱۹۵۰ء تک کے ان تصنیفی کاموں کے جائزوں پر مشتمل ہے جن کا موضوع اسلام شناسی ہے۔ سمرنوف نے اس باب کو چند ذیلی عنوانات میں بھی تقسیم کیا ہے۔ ہم بھی اس تقسیم کے مطابق ان کی پیش کردہ معلومات کا ماحصل بیان کرتے ہیں۔

سب سے پہلے انہوں نے ۱۹۳۵ء سے ۱۹۳۹ء تک کی کتابوں اور مقالوں کا جائزہ لیا ہے۔ اور بتایا ہے کہ اس عہد کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں اسلام شناسی کے موضوع پر ایک کثیر تعداد میں کتابیں اور مقالے منظر عام پر آئے جن کا انداز نظر تو سائنٹیفک تھا مگر اسلوب بیان ایسا اختیار کیا گیا تھا جو عوام کو متاثر کر سکے۔ اس سلسلے میں سمرنوف نے ان کتابوں اور کتابچوں کا خاص طور سے ذکر کیا ہے۔ "زاری روس اور اسلام" (۱۹۳۶ء) "اسلام" (۱۹۳۷) "پردہ سے دور رہو" (۱۹۴۰ء) "اسلام کے روزے اور تہوار" (۱۹۴۱)

"زاری روس میں اسلام" ان چند مسلسل مقالات کا مجموعہ ہے جس میں مصنف نے یہ دکھانے کی کوشش کی ہے کہ گیارہویں صدی سے لے کر جنگ عظیم اول تک اسلام نے کیا طبقاتی کردار انجام دیا۔ کتاب کے آخر

کتابیات کی ایک جامع فہرست بھی شامل کر دی گئی تاکہ جو لوگ اس موضوع پر مزید معلومات حاصل کرنا چاہیں اُن کتابوں کا مطالعہ کر لیں۔ سمرنوف نے اس کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس کے حدود نے مصنّف کو اس بات سے باز رکھا ہے کہ وہ اس موضوع کے تمام پہلوؤں کا یکساں اور روشن و واضح تجزیہ کریں اگرچہ اس کے لئے وہ مصنّف کو مورد الزام قرار نہیں دیتے تاہم یہ ضرور کہتے ہیں کہ اس کتاب میں وسط ایشیا اور وولگا کے تاتاریوں کے بارے میں جو مواد پیش کیا گیا ہے وہ اس مواد سے کہیں بہتر ہے جو قفقاز کے بارے میں درج ہوا ہے۔ علاوہ بریں اُن کو اس بات کی بھی شکایت ہے کہ مصنّف نے "پان اسلامیت" اور ترکی کی جاگیرداریت اور ملّا شاہی کے درمیان جو باہمی ربط ہے انہوں نے اس کو بخوبی بے نقاب نہیں کیا ہے۔ "مسلمانوں کے روزے اور تہوار" نامی کتاب اُس مواد پر مشتمل ہے جو پہلے شائع ہو چکا تھا مگر یہ کتاب مرتب کرتے وقت اس میں مزید مواد کا اضافہ کیا گیا ہے بقیہ دونوں کتابیں پمفلٹ ہیں جن کے بارے میں کوئی رائے نہیں دی گئی ہے۔

۱۹۴۰ء ہی میں جی۔اے۔ابراہیموف (G.A. IBRAGIMOV) کا ایک پمفلٹ "اسلام، اس کا مبداء اور طبقاتی ماہیت" کے عنوان سے شائع ہوا۔ اس پمفلٹ کے بارے میں صرف اتنی معلومات فراہم کی گئی ہیں کہ یہ ایک عام قاری کی رہنمائی و ہدایت کے لئے لکھا گیا ہے خود سمرنوف کو اس بات کا اعتراف ہے کہ اس پمفلٹ کا مواد غیر مروج ہی نہیں بے دلیل بھی ہے۔ غالباً اسی وجہ سے اس پر کوئی تفصیلی نظر نہیں ڈالی گئی ہے۔ صرف اس کا دو سطری تذکرہ کر دیا گیا ہے۔

ابھی تک جن کتابوں اور کتابچوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ سمرنوف کے نزدیک ان کا شمار وقیع علمی کاموں میں نہیں ہوتا۔ ان کے نزدیک عہد زیر بحث کا سب سے زیادہ وقیع علمی کام وہ مقالہ ہے۔ جو تین عالموں کی مشترکہ کاوشوں کا نتیجہ ہے جن کے نام ہیں ای۔اے۔ بلیائیف (YE. A. BELYAYEV) ایل۔آئی۔ کلیمووچ (L. I. KILIMOVICH) اور این۔اے۔ سمرنوف (N.A. SMIRNOV) یہ مقالہ روسی انسائیکلوپیڈیا کی اشاعت اول میں "اسلام" کے عنوان سے شائع ہوا تھا۔ سمرنوف کے خیال کے مطابق روسی عالموں کی یہ پہلی سنجیدہ اور وقیع کاوش ہے جس میں ظہور اسلام سے لے کر عصر حاضر تک کے اسلام کی مکمل اور بھرپور تاریخ مرتب کی گئی ہے۔ ان کے نزدیک اس مقالے کی اہمیت اور معنویت آج بھی باقی ہے اور اس میں جو مواد جمع کیا گیا ہے وہ اپنی درستگی کی وجہ سے آج بھی قابل حوالہ ہے اس مقالہ میں اسلام کو اس زمانہ کے عرب خلفاء کی "جاگیردارانہ تصور پرستی" قرار دیا گیا ہے جس زمانے میں وہ اپنی سلطنت کی قلمرو وسیع کر رہے تھے۔

۱۹۳۸ء میں ریاستی "مذہب مخالف اشاعت گھر" نے ہنگری کے "بورژوا" مستشرق آئی گولڈزیر (I. GOLDIZHER) (م ۱۹۲۱ء) کے پانچ مقالات کا مجموعہ "اسلام میں ولیوں کا مسلک"[1] کے عنوان سے

[1] ایسا محسوس ہوتا ہے کہ گولڈزیر نے مسلک کا لفظ "فرقہ" کے معنوں میں استعمال کیا ہے۔ ک۔ا۔ج

شائع کیا۔ ان میں سے کچھ مقالے اس سے پہلے اے۔ کرمسکی (A. KRYMSKII) کے توسط سے روسی زبان میں ترجمہ ہو کر شائع ہو چکے تھے۔ اس مجموعے میں گولڈزیہر کے مقالوں کے علاوہ کراچکوسکی کا بھی ایک مقالہ "اسلام میں ولیوں کا مسلک اور اس پر اگناٹی یس گولڈزیہر کی تحقیق" کے عنوان سے شریکِ اشاعت تھا۔ گولڈزیہر نے ان مقالوں میں جو مواد پیش کیا ہے اسکوسمرنوف نے قابلِ قدر تو قرار دیا ہے مگر اسی کے ساتھ ساتھ یہ گلہ بھی کیا ہے کہ گولڈزیہر ایک عینیت پسند فلسفی ہونے کے باوجود "غیر مانوس" مواد استعمال کر گئے ہیں۔ کلیمووچ نے اپنے مقالے کی ابتدا اس بات کی نشاندہی سے کی ہے کہ ایک طرف تو اسلام ایک سخت موحدانہ مذہب ہے اور دوسری طرف اسلامی دینیات نے تضاد و بے اصولی برتتے ہوئے اس بات کی اجازت دے دی ہے کہ "ولیوں کا مسلک" اس کے زیرِ سایہ پھلے پھولے۔ انہوں نے وی۔ آر۔ روزن (V. R. ROZEN) کے اُس مقالے سے ایک اقتباس بھی نقل کیا ہے۔ جس میں روزن نے گولڈزیہر کے اُن کاموں کی تحسین و تعریف کی ہے جو ان کے قلم سے سنتِ محمدیؐ کے موضوع پر نکلے ہیں۔ لیکن اسی کے ساتھ ساتھ کلیمووچ، گولڈزیہر کو اس جرم کا مجرم بھی گردانتے ہیں کہ انہوں نے "دینیاتی اسلام" کو "عوام میں مروج مذہب اسلام" سے الگ کرنے کی کوشش کی ہے۔ کلیمووچ کا یہ بھی کہنا ہے۔ کہ اسلام میں "اولیا پرستی" کے جو عناصر ہیں وہ اس کے طبعی اور فطری تصورات ہیں نہ کہ خارجی۔ بعدازاں انہوں نے اِن عناصر کا سلسلہ اُن جاگیردارانہ طاقتوں سے ملایا ہے جو اپنے اثرات "نیم خدا" بن کر دائمی بنانا چاہتی تھیں۔ اس سلسلے میں انہوں نے وسط ایشیائی ولیوں، حاجی احمد یسوی، حاجی احرار اور خواجہ بہاؤالدین نقشبندی کے نام بھی ثبوت کے طور پر لئے ہیں۔ ختمِ کلام کے طور پر کلیمووچ نے گولڈزیہر کی تحریر کو مفید تو قرار دیا ہے مگر شرط لگا دی ہے کہ اس مواد کا استعمال جب تک انتہائی ناقدانہ نظر سے نہ کیا جائے گا مفید نہ ہوگا۔

نورس
قومی مشروب
پھلوں سے بنا
پھولوں میں بسا